غنی خان کی شاعری کے چند اہم پہلو: ایک جامع مطالعہ

ڈاکٹر الطاف اللہ*

ڈاکٹر فضل ربی**

Abstract

The Pashto poetry of Ghani Khan is much popular among the Pakhtuns. He carves his own course in poetic expression and ignores the traditional structure of Ghazal, and focuses on nazam (poem), which is much closer to western style of verses. He depicts the high goals of modernism, communicates liberal ideas with pluralism and independence and exposes the exploitation of society by the hands of Nawab, Khan and Mullah. His modernist poetic style, varying themes, quest for beauty, love, God, mysticism, romanticism, nationalism, humanism, aestheticism, and philosophy gave him a unique position in Pashto literature. Because of his metaphysical poetry and flamboyant style, he is known as mad philosopher poet. His poetry is full of reality, wisdom, inspiration and liberty. In this paper an attempt has been made to trace out the elements and parameters of liberalism, independence and modernism in the poetry of Ghani Khan. It also discuses the use of illusions, free use of verse, thematic concerns in cultural pessimism, mistrust in religious dogmas, the use of sensual words expression, scattered images and symbolism.

---

* ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیقِ تاریخ و ثقافت، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ مطالعہ پاکستان، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (NUML)اسلام آباد۔

زبان و بیان اور اظہار پہ قدرت ہو تو ایسے شاعر کے لئے اپنا مختلف اور منفرد راستہ بنانا قدرے آسان ہو جاتا ہے۔ زندگی اور سماجی رویوں کے بارے میں اگر شاعر کی سوچ و فکر واضح ہو تو شاعری اس شاعر کی پہچان بن کر ابھرتی ہے اور دیگر لوگوں کو بھی اپنی گرفت میں لیتی ہے۔غنی خان کا شمار بھی اُن شعراء میں ہوتا ہے جنہوں نے روانگی اور خوبصورتی کے ساتھ آزاد نظم تحریر کیں۔ آپ نے پشتون معاشرے میں نہ صرف غزل کی جدید طرز کو اجاگر کیا بلکہ پڑھنے والوں کے دلوں کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔خان عبدالغنی خان کو بیسویں صدی کا بہترین پشتو شاعر تصور کیا جاتا ہے۔ محققین آپ کو پشتو ادب کے مشہور شعراء خوشحال خان خٹک اور رحمان بابا کے ساتھ ایک ہی صف میں برابر کھڑا کرتے ہیں۔

عبدالغنی خان جو پشتو ادب کی نابغہ روزگار شخصیت تھے ۱۴ جنوری ۱۹۱۴ء کو ہشت نگر (چارسدہ) کے اتمان زئی نامی گاؤں میں عبدالغفار خان عرف باچا خان کے گھر پیدا ہوئے۔[۱] جدید پشتو ادب میں اُن کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ عصر حاضر کا ایک بہترین شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ غنی ایک ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے۔غنی ایک ممتاز مجسمہ ساز، ایک بہترین مصور ہونے کے علاوہ ایک سیاسی مدبر کی حیثیت سے بھی شہرت رکھتے تھے۔[۲] سماجی سیاسی حیثیت غنی خان خان عبدالغفار خان کے بڑے بیٹے اور عبدالولی خان کے بھائی تھے۔

اپنے والد کے اثر و رسوخ کے باعث وہ سیاست کے میدان میں کافی متحرک رہے اور صوبہ سرحد (موجودہ خیبرپختونخوا) کے پختونوں کے حقوق کی آواز اس وقت بلند کیا جب ہندوستان پر انگریزی سامراج کا راج تھا۔

پاکستان بننے کے بعد اگرچہ آپ نے سیاست چھوڑ دی تھی مگر مختلف وجوہات کے بنیاد پر آپ کو حکومت نے ۱۹۴۸ء میں گرفتار کیا۔ اسی دوران آپ نے اپنی شاعری کا مجموعہ دَپنجرے چغار (پنجرے کی آواز یا چرچراہٹ) لکھا۔ جو آپ کے شاعری کا سب سے اچھا مجموعہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دو اور شاعری مجموعے پانوس (فانوس) اور پلوشے (روشنی کی سمت) ہیں۔ انگریزی نثر میں آپ کا ایک کتابچہ دی پٹھان *(The Pathan)*

۱۹۵۸ء میں شائع ہوا تھا۔

جوانی میں لکھی گئی کچھ نظموں کے علاوہ غنی خان کی شاعری تقریباً غیر سیاسی ہے۔ آپ کی شاعری کا واحد امتیاز اپنے ملک اور غیر ملکی ثقافتوں کا گہرا علم، اور زندگی کے نفسیاتی، جنسی اور مذہبی پہلو سے واقفیت ہے۔[۳]

پشتو ادب کا شمار ان ادبیات میں کیا جاتا ہے جس کا جدید نقطہ نظر کے حوالے سے مناسب مطالعہ نہیں کیا گیا ہے۔ حالانکہ بیسویں صدی میں پشتو ادب میں جدیدیت کے نظریات کے اثر و رسوخ صاف نظر آتے ہیں۔ حال ہی میں کچھ لکھنے والوں نے پشتو ادب میں جدید رجحانات کا مطالعہ کیا ہے لیکن وہ صرف ابتدائی کام تصور کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں اگرچہ تنقید نگاروں نے غنی خان کے شاعری کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے لیکن زیادہ تر انہوں نے غنی خان کے رومانیت پر لکھائی کی ہے۔ تاہم موجودہ مطالعے میں غنی خان کی شاعری کے چند اہم اور نئے پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔

غنی خان اپنے کلام میں روایتی طریقوں سے بغاوت کرتا ہے۔ آپ کی نظمیں تلمیح و تمہید سے بھری پڑی ہیں اور اسی وجہ سے غنی خان کی شاعری روایتی شاعری سے منفرد ہے۔ تلمیح و تمہید کو استعمال کرتے ہوئے آپ کی شاعری ایک ٹھوس انداز میں ماضی کے مسلسل حوالوں پر مربوط ہے۔ آپ کی شاعری میں آزاد نظمیں پشتو ادب میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ غنی خان کی شاعری کی دو ایسی خصوصیات یعنی تلمیح و تمہید اور آزاد نظمیں ہیں جن کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی شاعری دوسری روایتی شاعری سے بہت مختلف ہے۔[۴]

تلمیح و بھید اور اشارے کا استعمال

ٹی ایس ایلیٹ(T.S. Eliot) تھوڑی تفصیل اپنے مضمون روایت اور انفرادی صلاحیت (Tradition and Individual Talent) میں لکھتا ہے کہ تلمیح کا استعمال جدید شعراء کو ایک پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے تا کہ وہ ماضی اور حال کے درمیان رابطہ بنا لیں۔[۵] غنی خان نے اپنے شاعری میں صحیح معنوں میں ماضی اور حال کے درمیان خلا کو پر کرنے کیلئے تلمیح

اور بھید کا استعمال کیا ہے۔ آپ کے تلمیح مختلف نوعیت کے ہیں۔ وہ نہ صرف تاریخی شخصیات کا حوالہ دیتا ہے بلکہ ساتھ ساتھ موجودہ حالات میں بھی تلمیح کا استعمال کرتا ہے مثلاً نظم ''حساب'' میں آپ نے مجنوں اور لیلیٰ، ''قسمت'' میں شیریں فرہاد کا تذکرہ کیا ہے۔ نظم ''جزا'' میں وہ کہتا ہے

خلق وئ راته چه شتة دے ــــ زړه مِ هم وائی چه ئے!
خو جهان دِ داسے ښکاری ــــ لکه بے مالکه کور
ستا دَ خپلے خلے دښمن له ــــ خوشحالی' مینه' آرام دے
ستا آشناله تنهائی ده ــــ تهمتهونه او پهغور!
که زړه کنبے هم څوك ياد کړی ــــ ستا آشنا زير و زبرشی
خو ستا جهان بل رنگے ښکاری ــــ ستا دَ پتهو ستر گو خيال
عجيبه دِ جرم اينبے ــــ په خونونو دَ وصال ۶

غنی خان کہتا ہے کہ میں لوگوں سے سُنتا رہتا ہوں کہ خُدا موجود ہے اور میرا دِل بھی یہی کہتا ہے کہ تم موجود ہو۔ لیکن اس دنیا کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اس کا کوئی مالک نہیں۔ جس طرح ایک گھر ہو بغیر کسی مالک کے۔ غنی خان لکھتا ہے کہ آپ کی کائنات منفرد ہونی چاہیے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ جو آپ کو مانتا نہیں اور آپ کا دشمن ہوتا ہے اُسی انسان کو زندگی میں محبت، خوشحالی اور آرام ملتا ہے۔ لیکن جو بندہ آپ کو مانتا ہے اسی پر دنیا کے تہمتیں لگتی ہیں۔ اور زندگی میں ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ آپ کا دشمن دنیا میں مالدار ہوتا ہے جبکہ آپ کا دوست ہمیشہ غریب اور پسماندہ۔ اور آپ کے ہاں تو محبت اور دیدار کرنے والوں کو سزا ہی، سزائے موت ہے۔ مطلب جو آپ کا دیدار کرنا چاہتا ہے اس زندگی میں نہیں کر سکتا، بلکہ موت کے بعد ہی کر سکتا ہے۔

آزاد نظم

غنی خان کی شاعری پشتو ادب میں آزاد نظم کے حوالے سے بہت مشہور ہے۔ آپ کی شاعری نے پشتو ادب میں آزاد نظم کو تقویت بخشی ہے۔ ایوب صابر کہتے ہیں کہ سید رسول رسا اور فضل حق شیدا کے علاوہ غنی خان نے آزاد نظم کو پشتو ادب میں تجرباتی بنیاد پر متعارف کروایا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ آزاد نظم لکھتے وقت آپ نے اپنے اشعار کو کئی جہتیں دیں مثلاً ایک دوست کو مخاطب کرتے ہوئے ''یا حکیم جی'' نظم میں پہلے دو بند میں قافیوں کا استعمال کرتا ہے۔ لیکن آخری بند میں کوئی قافیے کو استعمال نہیں کیا۔ غنی خان نے اپنے کلام میں آزاد نظم کے مختلف اشعار میں کئی حالتوں کو استعمال کیا۔ اس طرح ''لتھون'' (تلاش) ایک نظم ہے جہاں پر کوئی قافیہ نہیں اور اس طرح یہ آزاد نظم کی ایک انوکھی مثال ہے۔[۷]

غنی خان کی شاعری میں جدید موضوعات کی ایک کثیر تعداد موجود ہیں۔ مثال کے طور پر عقیدے، روایت اور مذہبی یا حکومتی اداروں پر عدم اعتمادی وغیرہ۔

ثقافتی مایوسی کی موضوعات

غنی خان کے بہت سے نظموں میں ثقافتی مایوسی کے پہلو بھی موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ''مړہ شمہ (بجھا چراغ)''، ''دعا''، ''کاروان''، اور ''صحرا''، مایوسی کے پہلوؤں کو بہت اچھی طرح ظاہر کرتے ہیں۔ ''مړہ شمہ'' نظم میں غنی خان نے انسان کو کچھ اس طرح پیش کیا ہے کہ انسان خشک گھاس کی طرح ہے گرمی پالی، دھواں چھوڑ دیا اور ایک آگ میں بدل گیا۔

نوجوانوں کی جدائی پر ماتم کرتے ہوئے ''سلام'' نظم میں غنی خان لکھتا ہے

نہ ساز شو نہ سوز شو　　　بس ھسے ژوند تمام شو

نہ خوب شو نہ شرنگ　　　نہ یار گل اندام شو

دا تورہ تورہ شپہ راغلہ　　　نہ ستوری نہ سپوږمئی لری

ځوانی وه لاړه لا ړله   يو ګوټ او خالی جام شو[۸]

غنی خان کہتا ہے کہ جوانوں کی زندگی ختم ہو گئی اور کوئی موسیقی وغیرہ سے زندگی میں لطف اندوز نہیں ہوئے۔ نہ کوئی ستاروں اور چاند کے اجالوں کو دیکھ سکے اور اس طرح کالی راتوں کے نظر ہو گئے۔ جوانی اس طرح گزر گئی جس طرح ایک گھونٹ ابھی لی ہی نہیں تھی کہ جام خالی ہوا۔

لاقانونیت اور مصائب کا ذکر کرتے ہوئے غنی ''دعا'' نظم میں لکھتا ہے:

دے بے انصافه دَ زور جهان کنبے	دے بے کینے دَپیغور جهان کنبے
دے په غیریبو نسکور جهان کنبے	ستر ګے لیدو نکے را عقل روبنان را
دے دَ مطلب او تګی ء په دنیا کنبے	دے دَ را بنکو غونړه سودا کنبے
دے دَ خوږوزهرو بنکلے بلا کنبے	مینه بے طمعے را زړه بے ارمان را
دے دَ درو غو او تور جهان کنبے	دے دَ کینے دپیغور جهان کنبے
دے دَ بدنیتو د اور جهان کنبے	پاك دامنے په شان نیت او ایمان را
دے بے همته کمزورے دنیا کنبے	دے دَ نفرت تورے تورے دنیا کنبے
مرګ چه ترے ویریږی دا سے ایمان را	ستر ګے لیدو نکے را عقل روبنان را [۹]

غنی خان کہتا ہے کہ اس دنیا میں بے انصافی ہے اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون ہے۔ یہ جھوٹ، بد نیتی، خود غرضی، طعنہ گری اور نفرتوں پر چلنی والی دنیا ہے۔ یہاں بدعنوانی اور ایک دوسرے کا حق مارا جاتا ہے۔ غریب کیلئے اس دنیا میں کچھ بھی نہیں یہ دنیا صرف میٹھے زہر کی طرح ہے۔ غنی خان ساتھ ساتھ خدا سے دعا کرتا ہے کہ اگر اس دنیا میں رہنا ہے تو مجھے دیکھنے والی آنکھیں دے اور صحیح عقل بھی۔ ساتھ ساتھ ایسی ایمان دے جس سے موت خود ڈرتی ہو۔

نظم ''جنّت او دنیا (جنت اور دنیا)'' میں غنی خان اللہ تعالیٰ سے گزارش کرتا ہے کہ یہ دنیا بھی خوبصورت ہو سکتی ہے اور جنت بن سکتی ہے اگر مجھے یہاں تین چیزیں عطا

فرمائے یعنی محبوب، جوانی اور جام۔

اے دَلوئے فضل مالکه' ماله دا دنیا جنت که
فارموله ئے ده آسانه' دَ درے ټوکونه جوړیږی
لکه ویلی م دے سرکنیے' بس جانان ځوانی او جام
چه زما لیونے سر یے کله کله مشغولیږی ۱۰

اوپر دی گئی تمام نظموں سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ غنی خان اس وقت معاشرے میں نا انصافی اور لاقانونیت کو پسند نہیں کرتا تھا جس میں بہتری کی کوئی امید اس کو نظر نہیں آ رہی تھی اس لیے وہ کچھ حد تک مایوسی کا شکار ہو گئے تھے اور خُدا سے شکایت کرتا رہا کہ اس کی زندگی لیں لے۔ کیونکہ وہ ایسی دنیا میں نہیں رہ سکتا جو معاشی نا انصافی اور عدم توازن کا شکار ہو اور نہ ہی یہ دنیا اس کے رہنے کے قابل ہے۔

استحصالِ مذہب کی موضوعات

غنی خان کی شاعری میں جگہ جگہ ان لوگوں کا ذکر خاص آتا ہے جو مذہب کے نام پر معاشرے کا استحصال کرتے ہیں۔ وہ ان مولویوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے جو اپنے مفادات کو دینی یا مذہبی رنگ دے کر حاصل کرنے کی تگ و دو میں مصروف ہوتے ہیں۔

غنی خان نے اپنے نظموں مثلاً ''جنّت''، ''عبادت'' اور''کنی دنیا سبنه ده (ورنہ دنیا اچھی ہے)'' وغیرہ میں مولوی کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے اور کہتا ہے کہ مولوی کو حلوہ اور پیٹوں کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے۔ وہ ہمیشہ صرف اور صرف اسی انتظار میں ہوتا ہے کہ کوئی نہ کوئی یہ دونوں چیزیں لا کر اس کو دے گا۔ وہ اسی طرح ''عبادت'' نظم میں مولوی کے بارے میں لکھتا ہے کہ مُلا خدا کو خوش کرنے کے لیے عبادت نہیں کرتا بلکہ خدا ہی کے نام پر پیسے جمع کرتا ہے اور عبادت کو ذریعہ معاش بنایا ہے۔

نظم ''قسمت'' اور ''جزا'' میں کہتا ہے۔

دمُلا عبادت کسب　　　پا خیدل او کینا ستل

دحلوه په ارمانونو تل اللّه اللّه کول
دملا مینه عجیبه په پہتی مینیدل
او دَ حورو لمغروته دخرچو کوهمیندل ۱۱

غنی خان کے نزدیک وہ لوگ انتہائی کم ظرف ہوتے ہیں جو مذہب کے نام پر مفادات کے حصول میں دن رات لگے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ عبادت نہیں کرتے بلکہ ان کی عبادت کے پیچھے دنیاوی اور مادی چیزوں کی لالچ و حرص کارفرما ہوتی ہے۔

غنی خان ''جنّت'' نظم میں لکھتا ہے۔

ډوډی غرب مُلا، جنتی مُلا
حلواقپ مُلا ، ولایتی مُلا
په پسیو قربان او ستی مُلا
دَ پو لاؤ په شوق خوری پیتی مُلا ۱۲

نظم ''جزا'' میں نام نہاد مولویوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے غنی خان کہتا ہے کہ ملا کی نظر مادی اشیاء اور لوگوں کے پیسوں پر ہوتی ہے اور اکثر و بیشتر دنیاوی مفاد کے حصول کیلئے مذہب کا استعمال کرتا ہے۔

علامہ محمد اقبال کی طرح ''قسمت'' نظم میں لکھتا ہے۔

چه څوك سوال دَ پلاؤ وکړی ورکړے دال
اکثر خور کړے په بنکاری دَ بنکاری جال
چاته جام کنبے دَسرو خاورے شګے واچئے
چاله ورکړے دَ ایرو په ډهیر کنبے لال
یو و بال چه څوك په صبر تیر کړی
ورله راولے دَ هغے لوئے وبال
چه کوم کال خلق زاری د باران وکړی

پہ باران پسے رانده کړے هغه کال
لیونی نه خفه مه شے در قربان شم
اکثر و داغے دَ خرپه ځائے کلال ۱۳

غنی خان اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتا ہے کہ تم اپنے مخلوق کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرتے ہو۔ یہ میرے سمجھ سے باہر ہے کہ لوگ پلاؤ مانگتے ہیں تم ان کو دال دیتے ہو، کسی کی تقدیر اس طرح لکھ لیتے ہو کہ وہ زندگی سے تنگ آ جاتا ہے۔ تو کسی کو راکھ میں ہیرے دیتے ہو۔ اگر کوئی انسان آپ کی طرف سے دی گئی مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اُسے دوسری بڑی مصیبت میں مبتلا کرتے ہو۔ لیکن جب لوگ بارش کیلئے سوال کرتے ہیں تو بارش نہیں ہوتی۔ نظم کے اختتامی کلمات میں غنی خان اپنے رب سے معافی مانگتا ہے کہ میں بیوقوف اور احمق ہو اِس لیے میرے مولا مجھ سے ناراض نہ ہونا۔

غنی خان کا اس طرح خدا سے مخاطب ہو کر شکوہ کرنا علامہ محمد اقبال کے مشہور نظم ''شکوہ'' کی یاد تازہ کرتی ہے جس میں اُنہوں نے دنیا میں اور خاص طور پر مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی پر خدا سے شکایت کی تھی۔

غنی خان کے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شاعری میں الفاظ کے چناؤ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ آپ کا اندازِ بیان شائستہ، رومانوی، اور دلکش ہے۔ جیسے کہ وہ کثرت سے ہونٹ، شراب، زلف یار، مستی، موسیقی، نوجوان اور شمع وغیرہ جیسے الفاظ اور عنوانات کا استعمال کرتا ہے۔۱۴

منظر نگاری

منظر نگاری اور تمثال پرستی غنی خان کی شاعری کی خوبصورتی ہے۔ اپنے بیشتر ہمعصر شاعروں کی طرح آپ کی شاعری منظر نگاری اور علامت نگاری کا ترجمان ہے۔ زبان کے اپنے آہنگ اور اسکی شرینی کو برقرار رکھتے ہوئے زندگی کے حقائق اور اس کے تمام تر تلخیوں کو غنی خان اپنے منفرد انداز میں پیش کرتا ہے۔ آپ کا ہر نظم بیک وقت ایک سے زیادہ

زاویہ نگاہ کا متقاضی ہے اور ہر زاویہ معنی کا ایک نیا در کھولتا ہے۔ تاہم یہ پڑھنے والوں پر منحصر ہے کہ وہ کتنے دروازے کھولتے ہیں اور کس طرح سے غنی خان کے سوچ میں داخل ہو کر مناظر تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح غنی خان اپنے اشعار میں منظر نگاری اور علامت نگاری کے فن کو بڑے موثر انداز میں پیش کرتا ہے۔

غنی خان کے روان نظم میں اس کی وضاحت کی گئی ہے

ژوندا او قرار، اور او اوبه دی، نه به یو ځائے شی نه یو ځائے کیږی

تیارهٔ او نور یو دَ بل جوړ دی دا سے به تیره شی دا چه تیریزی

لکه سیند دَ ژوندهم لار ده، کله په غرهٔ کښے کله میدان کښے ۱۵

مندرجہ بالا اشعار میں غنی خان زندگی اور آرام کی تمثال و منظر کشی بہت خوبصورت انداز میں کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ زندگی اور آرام، آگ اور پانی کی طرح ہے جو کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ اس طرح آپ نے اندھیرے اور روشنی کا ذکر کیا ہے۔ کہ انسان جب تک زندہ ہوتا ہے تو اس کی زندگی روشنی کی مانند ہے جبکہ مرتے ہی اندھیرا شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ کہتا ہے کہ زندگی ایک دریا کی طرح ہے جس کا راستہ کبھی میدان و صحرا میں ہوتا ہے اور کبھی پہاڑوں میں۔

ان اشعار میں آگ، پانی، تاریکی، روشنی اور زمین و آسمان کی منظر کشی بکھری ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن دو مخالف معنی رکھنی والی الفاظ اور تصورات کی ترجمانی کرتی ہے۔ یہاں غنی خان جدید تصورات اور اس کی منظر کشی سے واقفیت دلواتا ہے اور اس سے سبق حاصل کرنے کی تاکید کرتا ہے۔

غنی خان ایک دوسرے نظم ''ژوند'' یعنی زندگی میں لکھتا ہے

چه په ژوند کښے سخته نه وی	لکه بے مانګې طعام
چه په خوله کښے خندانه وی	لکه ډك وَ خاورو جام
چه ځوانئ کښے تکلیف نه وی	لکه پته میان کښے توره
نه ئے پرق شی نه ئے شرنګ شی	په رنګو نوشی رنځور ۱۶

مندرجہ بالا اشعار میں غنی خان منظر نگاری ایک انوکھے انداز میں پیش کرتا ہے وہ زندگی کو تکلیف کے مد مقابل، منہ کو مسکراہٹ اور جوانی کو مشکلات کے مد مقابل لا کر بیان کرتا ہے۔

غنی خان ''زیدی گل '' نظم میں کہتا ہے

ستا په باغ کښې په زرګونو دي ګلاب زما شان
يو بې نومه سور درياب کښې يو بې نوم څاڅکے روان
تهٔ دِهـم په خپل صحرا کښې خفه مهٔ شے زماورره
آخر رابه شي ديدن له دِ څوك سوئے غني خان[۱۷]

غنی خان کہتا ہے کہ تمہارے گلستان میں میری طرح اور بھی ہزاروں پھول ہیں۔ جس طرح کسی بے نام سُرخ دریاء میں ایک بے نام قطرہ بہہ رہا ہو۔ تم بھی اپنے صحرا میں اداس مت ہو کیونکہ آپ کو ملاحظہ کرنے اور دیدار کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی جَلا ہوا غنی خان آ جائے گا۔

غنی خان کی شاعری نئی اور جدید سوچ کے فروغ اور تنگ نظری کے خلاف بغاوت کا نام ہے۔ غنی خان کہتا ہے کہ '' میں چاہتا ہوں کہ اپنے لوگوں کو تعلیم یافتہ اور روشن خیال دیکھوں ایسے لوگ جن کی ایک سوچ (ویژن) ہو اور مضبوط احساس ہو انصاف کیلئے۔ جو زندگی کے حالات کے ساتھ رہ کر اپنے لیے خود مستقبل کا فیصلہ کر سکیں۔'' ۱۸

نتیجہ

بیسویں صدی میں جدیدیت کی تحریک و نظریات کو امریکہ اور یورپ میں کافی مقبولیت ملی۔ ایشیاء کے کئی ممالک میں جدیدیت ان کے ادب کی خوبصورتی بنتی رہی۔ مگر پشتو ادب میں ایسے بہت کم شعراء نظر آتے ہیں جنہوں نے جدیدیت کے نظریات، عناصر اور موضوعات کو ادب میں متعارف کروانے کی کوششیں کیں۔ تاہم اِس ضمن میں غنی خان کا نام پشتو ادب کے ان شعراء میں سر فہرست ہے۔

چونکہ آزادی اور آزاد خیالی پشتون فطرت کا ایک تاریخی جز ہے۔ اس لیے غنی خان

نے ترقی یافتہ زبانوں کے ادبی معیار اور جدیدیت کے موضوعات کو نہ صرف پشتو ادب میں متعارف کروایا بلکہ نئی سوچ و فکر سے پشتو ادب کو جدید عناصر سے زینت بخشی۔

اپنے فن اور انداز کے لحاظ سے غنی خان ایک ایسا شاعر ہے جس کا فکر و خیال ایک ایسی سنجیدگی کا حامل ہے جس میں احساس اور درد شدت سے موجود ہے آپ نے اپنے فلسفہ کو اپنے انداز سے نظم میں سمو دیا ہے۔

بکھری ہوئی تصاویر یا داستانیں، اظہار رائے کی آزادی، بھید و اشارہ اور منظر کشی آپ کی شاعری کی امتیازی خصوصیات میں سے شامل ہیں۔ غنی خان ایک ایسا شاعر ہے جس نے حقیقی معنوں میں فرسودہ روایات کے خلاف بغاوت کی۔ اس نے معاشرے میں استحصالی عناصر کی حوصلہ شکنی کی اور خاص طور پر مولوی کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ کیونکہ وہ مولوی کو تنگ نظری اور قدامت پرستی کی ایک علامت سمجھتے ہیں۔ آپ کا کلام جدید سماجی عناصر پر مبنی ہے۔ اس لیے وہ روایتی اور رومانیت کے شعراء سے بہت مختلف ہے۔ آپ کو گہری سوچ، احساس اور درد کی وجہ سے پشتوادب میں ایک منفرد مقام ہے۔

غنی خان نے جدیدیت پسندی کے عناصر اورموضوعات کو متعارف کروانے کے ساتھ ساتھ پشتو ادب کو اُس مقام پر پہنچایا کہ آنے والی نسلیں نہ صرف آپ کی شاعری سے لطف اندوز ہونگے بلکہ ساتھ ساتھ آپ کی شاعری کو پڑھتے اور گہرائیوں کو سمجھنے کیلئے تحقیق کرتے رہینگے۔

حوالہ جات

۱- سید وقار علی شاہ، ''عبدالغنی خان: حیات و خدمات''، ششماہی مجلہ تاریخ و ثقافت پاکستان، اپریل-ستمبر۲۰۰۴ء، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اسلام آباد،ص ۱۳۔

۲- ایضاً۔

3- Fazlur Rahim Marwat, "Ghani Khan: A Renaissance Man", The WUFA, March 7, 1996. Also see; Ghani Khan 1914-1996, translated by Taimur Khan, World Press, 2005, p. 2.
http://ghanikhanfiles,worldpress.com/2005/12/ghanikhan-poetry.pdf

۴- فضل غنی، غنی خان، دپشتو ادب د علماء سازہ شخصیت، پیبنور قلم طاقت لیٹریری سوسائٹی، ۲۰۰۹ء، ص ۱۶۔

Liaquat Iqbal (et.al), "Ghani's Khans Poery: A Modernist Perspective," Journal of Applied Environment and Biological Sciences, Vol 4, No 95, (2014), p. 510.

5- Thomas Stearns Eliot, "Tradition and Individual Talent" in the Sacred Wood, essays on Poetry and Criticism (New York: Alfred A. Knoof, 1921), pp. 47-55.

۶- کلیات،ص ص ۹۸-۱۰۰۔

۷- خان عبدالغنی خان، دَغنی کلیات: دَ پنجرے چغار، لپوشہ اوپانوس (افغانستان: دَ قومو او قبائلو وزارت، ۱۹۸۵ء)، ص ص ۹۸-۱۰۰۔

۸- خان عبدالغنی خان، کلیات، ص ص ۳۷۹-۳۷۶ اور لیاقت اقبال، ص ۵۱۱۔

۹- ایضاً، ص ۲۳۷ اور

Mian Shah Bacha and Bakht Sheema Bibi, "A Study of the Comperative Elements in the Poetry of Keats and Ghani Khan", Strength for Today and Bright for Tomorrow, Vol. 10, November 11, 2010, pp. 183-200.

۱۰- خان عبدالغنی خان، کلیات، ص ۲۱۵۔

۱۱- ایضاً، ص ۳۳۰۔

۱۲- ایضاً، ص ۲۶۱۔

۱۳- ایضاً، ص ۱۲۴۔

۱۴- لیاقت اقبال، ص ۵۱۲۔

۱۵- خان عبدالغنی خان، کلیات، ۲۸۴-۲۸۳۔

۱۶- ایضاً، ص ۵۸۰ اور

Abubakkar Siddiqui, "The Pilgrim of Beauty: A Pashtun Poet's Continuing Appeal", www. gandara.rferl.org.

۱۷- ایضاً، ص ۲۵۸۔

18- Adil Zareef, "A Smear of Colour, a String of Poetry, and a Rebel", The *Express* Tribune, March 15, 2015.